دارالافتاء

عزیز زبیدی

استفتاء

ایک صاحب پوچھتے ہیں:-

۱- ایک شخص بیمار ہے روزے نہیں رکھ سکتا یہاں تک کہ دوسرا رمضان آگیا ہے- اب وہ کیا کرے-

۲- اگر کوئی شخص جان بوجھ کر کھا پی لے تو کیا اس کو صرف اسی روزہ کی قضا دینا ہوگی جو توڑا ہے یا اس کو اور دو ماہ کے روزے بھی رکھنے ہوں گے- (مختصراً)

الجواب

بیمار اور روزے - حاضر (یعنی موجودہ) رمضان کے روزے رکھے- بعد میں پہلے رمضان کی قضا دے اگر درمیان میں صحت ہوگئی، ورنہ صرف فدیہ دے کیونکہ اب یہ غیر مستطیع کے حکم میں ہے- الا یہ کہ وہ اب تندرست ہو جائے-

عن عطاء انه سمع اباھریرۃ یقول فی الرجل یمرض فی رمضان فلا یصوم حتی یبرأ ولا یصوم حتی یدرکه رمضان اٰخر قال یصوم الذی حضره و یصوم الاٰخر و یطعم مع کل لیلة مسکینا رواہ الدارقطنی وقال: اسنادہ صحیح (ص۲۴۶)

عن ابی ھریرۃ فیمن فرط فی قضاء رمضان حتی ادرکه رمضان اٰخر قال یصوم ھذا مع الناس و یصوم الذی فرط فیه و یطعم لکل یوم مسکینا اسنادہ صحیح موقوف و فی روایة: فی رجل مرض فی رمضان ثم صح و لم یصم حتی ادرکه رمضان اٰخر قال یصوم الذی ادرکه و یطعم عن الاول لکل یوم مدا من حنطة لکل مسکین فاذا فرغ فی ھذا صام الذی فرط فیه، اسناد صح موقوف (دارقطنی ص۲۴۶) وفی روایة

انه قال اذا لم یصح بین الرمضانین صام عن ھذا و اطعم عن الماضی ولا قضاء علیه واذا صح ولم یصم حتی ادرکه رمضان اٰخر صام ھذا و اطعم عن الماضی فاذا افطر قضاہ، ھذا اسناد صحیح (دارقطنی ص۲۴۶)

عطاء عن ابی ھریرۃ قال: ان انسان مرض فی رمضان ثم صح فلم یقضہ حتی ادرکہ شھر رمضان اخر فلیصم الذی احدث ثم یقض الاخر ویطعم مع کل یوم مسکینا۔ (عبد الرزاق ص۲۳۴/۴)

ان آثار سے پتہ چلتا ہے کہ: اگر شرعی عذر کے بغیر روزوں کی قضا نہیں دی تو اب موجودہ رمضان کے روزے رکھ کر پہلے کی پھر قضا دے اور روزانہ ایک مسکین کو فدیہ بھی دے۔

اس مسئلہ میں کافی اختلاف ہے کہ اب قضا کے ساتھ فدیہ بھی دے تو گیا روزوں کی قضا بھی دے امام شوکانی فرماتے ہیں فدیہ ضروری نہیں ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر بیمار رہا ہے تو روزوں کی قضا کی ضرورت نہیں ہے صرف فدیہ دے دے اور یہی مذہب ابوہریرہؓ کا بھی ہے۔

روینا عن ابن عمر وابی ھریرۃ فی الذی لم یصم حتی ادرکہ رمضان اخر یطعم ولا قضا علیہ (بیہقی ص۲۵۳/۴)

سأل سعید بن یزید ..... نافعا مولی ابن عمر عن رجل مرض فطال بہ مرضہ حتی مر بہ رمضانات او ثلثۃ فقال نافع کان ابن عمر یقول: من ادرکہ رمضان ولم یکن صام رمضان الخالی فلیطعم مکان کل یوم مسکینا مدا من حنطۃ ثم لیس علیہ قضا (دار قطنی ص۲۲۵)

ہمارے نزدیک مسلک اقرب الی الصواب یہ ہے کہ: بیمار جب صحت پائے ان کی قضا دے بیماری کی وجہ سے اللہ نے جو گنجائش اور مہلت دی ہے، اس کے شکریہ کے طور پر اگر روزانہ فدیہ بھی دے دیا کرے تو گنجائش ہے۔ اگر دوسرا رمضان بھی بیماری میں کٹ گیا ہے تو پھر حاضر کی طرح ماضی کے روزوں کا بھی فدیہ دے دیا جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اب وہ غیر مستطیع لوگوں کی صف میں آگیا ہے۔ اتنی طویل بیماری کی وجہ سے ان کا مستقبل اب بالکل غیر یقینی ہو گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

جان بوجھ کر کھا پی لیا۔ کسی شرعی عذر کی بنا پر کھا پی لیا ہے، جیسے بھول چوک سے تو روزہ کا ٹوٹنا تو کجا، اسے رب کی مہمانی کا شرف حاصل ہو گیا۔

من نسی وھو صائم فاکل او شرب فلیتم صومہ فانما اللہ اطعمہ وسقاہ (مسلم۔ ابوھریرۃ)

اگر بھول کر جماع کا مرتکب ہوا ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (تنقیح الرواۃ ص۲۵/۲)

وقال ابو ھریرۃ:

من افطر فی شهر رمضان ناسیا فلا قضاء علیہ ولا کفارۃ (دارقطنی) اور "رفع عن امتی الخطاء والنسیان" الحدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (بدایۃ المجتہد ص۳۰۲ ج۱)

اگر کسی شرعی عذر کے بغیر عمداً کھا پی کر روزہ توڑ ڈالا ہے تو اس کے ذمہ اس کی صرف قضا ہے لیکن وہ فضیلت اور درجہ جو رمضان میں روزہ رکھ کر حاصل کیا جا سکتا ہے، وہ عمر بھر رکھ کر بھی حاصل نہیں ہو سکے گا۔

من افطر یوما من رمضان فی غیر رخصۃ رخصھا اللہ لہ لم یقض عنہ صیام الدھر (ابوداؤد مع عون المعبود ص۲۸۵ بسند ضعیف) وفی روایۃ احمد: ولا مرض لم یقض عنہ صوم الدھر کلہ وان صامہ (مشکوۃ باب تنزیہ الصوم)

باقی رہا کفارہ؟ سو وہ صحیح نہیں، جماع پر بھی اس کو قیاس کرنا مناسب نہیں ہے۔ وقال البخاری:

ان الکفارۃ فی الجماع فقط واما فی الاکل والشرب فلا قضاء ولا کفارۃ فی دار الدنیا امرہ مفوض الی دار الاخرۃ وتمسک بحدیث الباب لم یقض عنہ صوم الدھر کلہ (العرف الشذی ص۲۹۲)

کفارہ کے ساتھ امام بخاری کا یہ فرمانا کہ اس پر قضا بھی نہیں ہے۔ محل تامل ہے۔

وقاع یا افطار۔ اصل وجہ اختلاف یہ ہے کہ جس صحابی کو روزے میں جماع کے ارتکاب پر قضا اور کفارہ کا حکم ہوا ہے، اس کی علت اور مبنیٰ کیا ہے؟ صرف ارتکابِ وقاع یا عمداً افطار (روزہ توڑنا) مالکی اور حنفی ائمہ کا نظریہ ہے کہ اصل وجہ دوسری صورت ہے۔ شوافع اور حنابلہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اصل سبب پہلی صورت ہے۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ، عمداً توڑنا اگر اس کی علت ہوتی تو عمداً قے کرنے پر بھی روزہ ٹوٹتا اور کفارہ بھی لازم ہوتا۔ حالانکہ جمہور کفارہ کے قائل نہیں ہیں۔ وقال ابن الملک:

والاکثر انہ لا کفارۃ علیہ (تحفۃ الاحوذی ص۴۲)

فان استقاء عمداً فلا فیہ فعلیہ القضاء والقیاس متروک بہ ولا کفارۃ لعدم الصورۃ (ھدایہ ص۲۱)

حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ومن استقاء عمدا فلیقض (ترمذی وقال: حسن غریب)

اس میں قضا کا ذکر ہے۔ کفارہ کا نہیں ہے۔ گو اس حدیث میں علی الانفراد کلام ہے لیکن مجموعی لحاظ سے قابل احتجاج ہے۔

ولہ طرق مختلفۃ ینتھض معہا الاستدلال (الروضۃ الندیۃ ص ۱۴۵)

قال الشوکانی، وقد ذھب الی ھذا علی وابن عمر وزید بن ارقم وزید بن علی والشافعی والناصر والامام یحیی حکی ذلک عنھم فی البحر (نیل ج ۴ ص ۱۴۷)

الفطر مما دخل، اس سے اس نظریہ کا بھی ابطال ہو گیا کہ روزہ صرف اس سے ٹوٹتا ہے کہ کوئی چیز اندر داخل ہو، جو چیز باہر نکلے اس سے نہیں ٹوٹتا۔

الفطر مما دخل (ھدایۃ ج ۱ ص ۲۲)

حضرت ابن مسعود، ابن عباس اور عکرمہ وغیرہ سے بھی اس قسم کے آثار منقول ہیں۔ (نصب الرایہ ج ۲ ص ۴۵۴)

معلوم ہوتا ہے کہ اس سے عام معمولات مراد ہیں جیسے پیشاب، پاخانہ یا خون کا اخراج وغیرہ ورنہ عمداً قے یا منی کا اخراج دونوں سے روزہ کا ٹوٹنا معروف بات ہے، حالانکہ اخراج ہے ادخال نہیں ہے۔

او قبل اولمس ان انزل قضی والا فلا (شرح وقایۃ ج ۱ ص ۲۴۵)

ومن جامع فیما دون الفرج فانزل فعلیہ القضاء لوجود الجماع معنی ولا کفارۃ علیہ لانعدامہ صورۃ (ھدایۃ ج ۱ ص ۲۲)

لطیفہ: ایک اور صورت بھی جس میں دخول بھی ہے لیکن ان بزرگوں کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹتا جیسے چوپایہ یا مردہ سے وطی بشرطیکہ انزال نہ ہو۔

ولو وطی میتۃ او بھیمۃ ...... ان انزل قضی والا فلا (شرح وقایہ ج ۱ ص ۲۴۵)

اصل بات یہ ہے کہ یہ بزرگوں کی بزرگانہ باتیں ہیں۔ صحیح وہ ہے جو حدیث سے ثابت ہے باقی سب ہیچ۔

کفارہ پر قیاس صحیح نہیں۔ کھانے پینے کو عمداً جماع کے کفارہ پر قیاس کیا جاتا ہے، جو اصولاً غلط ہے، کیونکہ نماز کی رکعتوں، نصاب زکوٰۃ، مقادیر حدود اور کفارات میں قیاس جائز نہیں ہوتا۔

کاعداد الرکعات ونصب الزکوٰۃ ومقادیر الحدود والکفارات (التلویح شرح التوضیح ص ۴۳۱)

قال الشوکانی، واختلفوا ایضاً ھل یجری القیاس فی الحدود والکفارات ام لا فمنعہ الحنفیۃ وجوزہ غیرھم (ارشاد الفحول ص ۱۹۶)

قال الغزالی:

قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ لا قیاس فی الکفارات (المستصفی ص۵۵ ج۲)

تنقیح المناط: چونکہ احناف کھانے پینے کو جماع والے کفارہ پر قیاس کرتے ہیں، مگر اصولی طور پر وہ ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے نزدیک کفارہ کے سلسلے میں قیاس جائز نہیں ہے۔ اس لیے انہوں نے اس سقم کو ہضم کرنے کے لیے یہ تاویل کی ہے کہ: ہم نے قیاس نہیں کیا بلکہ تنقیح المناط سے کام لیا ہے اور یہ قیاس نہیں ہے۔

ولعلک علمت مما قلنا، ان ایجاب الکفارۃ بالاکل والشرب لیس من جھۃ القیاس بل بتنقیح المناط وھو غیر قیاس (فیض الباری شرح بخاری ص۱۶۱ ج۳ وعرف الشذی ص)

اذا علمت ھذا، فاعلم ان الامام اباحنیفۃ لم یقس الاکل والشرب علی الجماع ولا شبھھا بہ بل عمل بتنقیح المناط (البدر الساری فیض الباری ص۱۶۱ ج۳)

مگر یہ بات بھی محل نظر ہے، تحقیق المناط قیاس کی ہی ایک قسم ہے غیر نہیں ہے، امام صفی ہندی فرماتے ہیں کہ: یہ بھی قیاس ہے جو مطلق قیاس کے تحت مندرج ہے، جو اصطلاحی قیاس سے عام ہے۔ قال الصفی الھندی۔

والحق ان تنقیح المناط قیاس خاص مندرج تحت مطلق القیاس وھو عام یتناولہ وغیرہ (ارشاد الفحول ص۱۹۲)

واعلم انھم قد جعلوا القیاس من اصلہ ینقسم الی ثلثۃ اقسام قیاس علۃ وقیاس دلالۃ وقیاس فی معنی الاصل وقیاس العلۃ ما صرح فیہا بالعلۃ ..... وقیاس الدلالۃ ھو ان لا یذکر فیہا العلۃ بل وصف ملازم لہا ..... والقیاس الذی فی معنی الاصل ھو ان یجمع بین الاصل والفرع بنفی الفارق وھو تنقیح المناط کما تقدم (ص۱۹۵)

وقال الغزالی: انہ نوع من القیاس الا ان القیاس ابداء للجامع والتنقیح الغاء الفارق (فیض الباری ص۹۵ مقدمہ)

احناف نے تنقیح المناط کی جو تعریف کی ہے وہ خود اس امر کی غماز ہے کہ وہ عمل قیاس کا ایک حصہ ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

واما تنقیح المناط فھو تتبع المناط لحکم ورد من قبل الشرع وذلک من وظیفۃ المجتھد فانہ یتفکر فی ان الحکم المذکور مقصود علی المنصوص او یدور معہ کالاستنجاء

بالحجارة فان الحديث ورد فى الاستنجاء بالحجارة ولكن عن المجتهد ان يتفكر فى ان الحكم مقصور على الحجارة او يدور بكل قالع للنجاسة تاذ غير محترم فيتعداها (ارشاد الساری الی فیض الباری صفحہ ۱۶)

"مناط" سے مراد "علت" ہے اور علت کو مناط سے تعبیر کرنا مجاز لغوی ہے۔

واما المناط هو العلة، قال ابن دقيق العيد: وتعبيرهم عن العلة بالمناط من باب المجاز اللغوى لان الحكم لما علق بها كان كالشئ المحسوس الذى تعلق بغيره فهو من باب تشبيه المعقول بالمحسوس (ارشاد الفحول صفحہ ۱۹۴) ومعنى تنقيح المناط عند الاصوليين الحاق الفرع بالاصل بالغاء الفارق بان يقال لا فرق بين الاصل والفرع الا كذا وذلك لا مدخل له فى الحكم البتة فيلزم اشتراكهما فى الحكم لاشتراكهما فى الموجب له (ايضاً)

سنگین صورت کا ارتکاب۔ صحیح یہ ہے کہ: یہ کفارہ، عمداً روزہ توڑنے کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ بحالت روزہ عمداً جنسی بے صبری جیسی سنگین صورت کا ارتکاب ہے۔ روزہ کے متعلق حضورؐ کا ارشاد ہے کہ روزہ، روزہ دار کو خصی کر دیتا ہے۔

من لم يستطع فعليه بالصوم فانه له وجاء (بخاری ومسلم)

اس کے باوجود جب اس کا معاملہ جوں کا توں رہا تو حکم ہوا کہ اس کو کفارہ کے بوجھ تلے بھی دبا دیا جائے اگر دو ماہ کے مزید روزے رکھ لیے تو اس کی بے صبری کا بھی علاج ہو جائے گا۔ اگر غلام یا ساٹھ مساکین کے کھانے کی ذمہ داری قبول کر لی تو ذہنی استعداد جس سے جنسی خواہش کے لیے توجہ کی سمت متعین رہتی ہے ہٹ کر کمزور پڑ جائے گی۔ لیکن کھانے پینے کی یہ بات نہیں ہے کیونکہ روزہ سے اس کا زور نہیں ٹوٹتا بلکہ اور بڑھتا ہے۔

صرف جماع جیسی بے صبری کی وجہ سے اس کو روزہ کے عالم میں "فعل منکر" جیسی سنگین صورت کے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا اس کا کفارہ وہی ہے جو ظہار کا ہے۔

ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم امر الذى افطر يوماً من رمضان بكفارة الظهار (دار قطنی صفحہ ۲۴۳ والصحيح عن مجاهد مرسلا)

مرسل احناف کے نزدیک حجت ہے، دوسروں کے نزدیک تعدد طرق یا شواہد وغیرہ کی بنا پر قابلِ حجت ہوتی ہے، احناف نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے:

والکفارۃ مثل کفارۃ الظھار (ھدایہ ص۲۱۹)

ظہار کی بابت قرآن نے کہا ہے۔

وَاِنَّھُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْکَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا رکوع ۱ - مجادلہ ع)

وہ منکر (ناپسندیدہ بات) اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔

کھا پی کر روزہ توڑا۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ ایک دن حضور کو پینے کو دیا گیا، آپ نے پی کر مجھے دیا تو میں نے پی لیا، پھر میں نے عرض کی حضور میں تو روزہ سے تھی، فرمایا کہ اگر رمضان کے روزہ کی قضا تھی تو اس کی جگہ پھر رکھ لیجیے! اگر نفلی تھا تو آپ کی مرضی، قضا دیجیے یا نہ! روایت یہ ہے۔

قالت دخلت علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانا صائمۃ فناولنی فضل شراب فشربتہ فقلت یارسول انی کنت صائمۃ وانی کرھت ان ارد سؤرک قال ان کان قضاء من رمضان فصومی یوما مکانہ وان کان تطوعا فان شئت فاقضیہ وان شئت فلا تقضیہ (دار قطنی ص۲۳۵)

یہ دراصل فتح مکہ کا واقعہ ہے، سماک راوی متکلم فیہ ہے لیکن حسب عکرمہ سے روایت کرے، اس کے علاوہ وہ منفرد نہیں ہے، شعبہ وغیرہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ اس کی اسناد اور الفاظ میں اختلاف ہے لیکن وہ مضر نہیں ہے، حافظ ابن حجر نے اعتراض کیا ہے کہ یہ فتح کا واقعہ ہے اور وہ ماہِ رمضان تھا، رمضان کے روزے کی قضا رمضان میں کچھ معنی نہیں بنتے۔

ویوم الفتح کان فی رمضان فکیف یتصور قضاء رمضان فی رمضان (تلخیص الحبیر ص۱۹۷)

لیکن یہ اعتراض اس وقت صحیح ہو سکتا ہے، جب یہ طے ہو جائے کہ رمضان کی قضا رمضان میں دینے کو کہا گیا ہو اس کے بجائے اگر یہ ہو کہ اپنے وقت پر اس کی قضا دے تو پھر کیا اعتراض؟

بہر حال رمضان میں رمضان کا روزہ توڑنے پر ان کو کفارہ کا حکم نہیں دیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ جماع پر اکل و شرب (کھانے پینے) کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ ورنہ اور متعدد شکلیں نکل آئیں گی۔ جن میں روزہ فاسد ہو جاتا ہے مگر کفارہ عائد نہیں ہوتا۔ کما مر

تعزیراً یا تکفیراً۔ کفارہ کا حکم تعزیراً ہے یا تکفیراً؟ احناف لکھتے ہیں: تعزیراً ہے تکفیراً نہیں ہے۔

الا انا قلنا بھا فی الجماع للنص تعزیرا لا تکفیرا (فیض ص۱۶۰) لیکن یہ صحیح نہیں۔ اصل میں یہ کفارہ ہے کما جاء فی روایۃ۔

امر الذی افطر یوما من رمضان بکفارۃ الظھار (دار قطنی ص۲۴۳)